حقیقتِ حج
تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

حقیقتِ حج

از

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

ناشران

تاج کمپنی لمیٹڈ ۔ قرآن منزل ریلوے روڈ ۔ لاہور

قیمت ۱۲/

طبع سوم

فہرست

حج کی ابتدا

حج کے معنی عربی زبان میں زیارت کا قصد کرنے کے ہیں۔ حج میں چونکہ ہر طرف سے لوگ کعبہ کی زیارت کا قصد کرتے ہیں اس لئے اس کا نام حج رکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے اس کی ابتدا جس طرح ہوئی۔ اس کا قصہ بڑا سبق آموز ہے ٭

کون مسلمان عیسائی یا یہودی ایسا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے واقف نہ ہو؟ دنیا کی دو تہائی سے زیادہ آبادی انکو اپنا پیشوا مانتی ہے حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تینوں انہی کی اولاد سے ہیں انہی کی روشن کی ہوئی شمع سے دُنیا بھر میں ہدایت کا نور پھیلا ہے۔ چار ہزار برس سے زیادہ مدت گزری۔ جب وہ عراق کی سرزمین میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت ساری دنیا خدا کو بھولی ہوئی تھی۔ روئے زمین پر کوئی انسان ایسا نہ تھا جو اپنے اصلی مالک کو پہچانتا ہو اور اس کے آگے

بندگی اور اطاعت میں سر جھکاتا ہو جس قوم میں انہوں نے آنکھیں کھولی تھیں۔ وہ اگرچہ اس زمانہ میں دنیا کی سب سے زیادہ ترقّی یافتہ قوم تھی۔ لیکن گمراہی میں بھی وہی سب سے آگے تھی۔ علوم و فنون اور صنعت میں خوب ترقّی کر لینے کے باوجود ان لوگوں کو اتنی ذ سی بات نہ سوجھتی تھی کہ مخلوق کبھی معبود ہونے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ ان کے ہاں ستاروں اور بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ نجوم۔ فال گیری۔ غیب گوئی۔ جادو ٹونے اور تعویذ گنڈے کا خوب چرچا تھا۔ جیسے آجکل ہندوؤں میں پنڈت اور برہمن ہیں۔ اسی طرح اُس زمانے میں بھی پجاریوں کا ایک طبقہ تھا۔ جو مندروں کی محافظت بھی کرتا۔ لوگوں کو پوجا بھی کراتا۔ شادی اور غمی وغیرہ کی رسمیں بھی ادا کرتا اور غیب کی خبریں بھی لوگوں کو بتانے کا ڈھونگ رچاتا تھا۔ عام لوگ ان کے پھندے میں ایسے پھنسے ہوئے تھے کہ انہی کو اپنی اچھی اور بُری قسمت کا مالک سمجھتے تھے۔ انہی کے اشاروں پر چلتے تھے اور بے چون وچرا ان کی خواہشات کی بندگی کرتے تھے۔ کیونکہ انکا گمان تھا کہ دیوتاؤں کے ہاں ان پجاریوں کی پہنچ ہے۔ یہ چاہیں تو ہم پر دیوتاؤں کی عنایت ہو گی۔ ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ پجاریوں کے اس گروہ کے ساتھ بادشاہوں

کی ملی بھگت تھی۔ عام لوگوں کو اپنا بندہ بنا کر رکھنے میں بادشاہ پجاریوں کے مددگار رہتے اور پجاری بادشاہوں کے۔ ایک طرف حکومت ان پجاریوں کی پشت پناہی کرتی تھی اور دوسری طرف یہ پجاری لوگوں کے عقیدہ میں یہ بات بٹھاتے تھے کہ بادشاہ وقت بھی خداؤں میں سے ایک خدا ہے۔ ملک اور رعیت کا مالک ہے اس کی زبان قانون ہے اور اس کو رعایا کی جان و مال پر ہر قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بادشاہوں کے آگے پورے بندگی کے مراسم بجا لائے جاتے تھے تاکہ رعایا کے دل و دماغ پر انکی خدائی کا خیال مسلط ہو جائے ؎

ایسے زمانہ میں اور ایسی قوم میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور لطف یہ ہے کہ جس گھرانے میں وہ پیدا ہوئے۔ وہ خود پجاریوں کا گھرانا تھا۔ ان کے باپ دادا اپنی قوم کے پنڈت اور برہمن تھے۔ اس گھر میں وہی تعلیم اور تربیت ان کو مل سکتی تھی۔ جو ایک پنڈت زادے کو ملا کرتی ہے۔ اسی قسم کی باتیں بچپن سے کانوں میں پڑتی تھیں۔ وہی پیروں اور پیرزادوں کے سے رنگ ڈھنگ اپنے بھائی بندوں اور برادری کے لوگوں میں دیکھتے تھے۔ وہی مندر کی گدی ان کے لئے تیار تھی۔ جس پر بیٹھ کر وہ اپنی قوم کے پیشوا

بن سکتے تھے - وہی نذر و نیاز اور چڑھاوے جن سے انکا خاندان مالا مال ہو رہا تھا - اُن کے لئے بھی حاضر تھے - اسی طرح لوگ ان کے سامنے بھی ہاتھ جوڑنے اور عقیدت سے سر جھکانے کے لیئے موجود تھے - اسی طرح دیوتاؤں سے رشتہ ملاکر اور غیب گوئی کا ڈھونگ رچاکر وہ ادنیٰ کسان سے لے کر بادشاہ تک ہر ایک کو اپنی پیری کے پھندے میں پھانس سکتے تھے - اس اندھیرے میں جہاں کوئی ایک آدمی بھی حق کو جاننے اور ماننے والا موجود نہ تھا - نہ تو انکو حق کی روشنی ہی کہیں سے مل سکتی تھی اور نہ کسی معمولی انسان کے بس کا یہ کام تھا کہ اس قدر زبردست ذاتی اور خاندانی فائدوں کو لات مار کر محض سچائی کے پیچھے دنیا بھر کی مصیبتیں مول لینے پر آمادہ ہو جاتا ؞

مگر حضرت ابراہیمؑ کوئی معمولی آدمی نہ تھے - کسی اور ہی مٹی سے انکا خمیر بنا تھا - ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہ سورج - چاند اور تارے جو خود غلاموں کی طرح گردش کر رہے ہیں اور یہ پتھر کے بت جن کو آدمی خود اپنے ہاتھ سے بناتا ہے اور یہ بادشاہ جو ہمیں جیسے انسان ہیں - آخر یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں ؟ جو بیچارے خود اپنے اختیار سے جنبش نہیں کر سکتے - جن میں آپ

اپنی مدد کرنے کی بھی قدرت نہیں۔ جو اپنی موت اور زیست کے بھی مختار نہیں۔ ان کے پاس کیا دھرا ہے کہ انسان ان کے آگے عبادت میں سر جھکائے۔ اُن سے اپنی حاجتیں مانگے۔ انکی طاقت سے خوف کھائے اور انکی خدمتگاری و فرمانبرداری کرے؟ زمین و آسمان کی جتنی چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں یا جن سے کسی طور پر ہم واقف ہیں۔ ان میں سے تو کوئی بھی ایسی نہیں جو محتاج نہ ہو۔ اور جس پر کبھی نہ کبھی زوال نہ آتا ہو۔ پھر جب ان سب کا یہ حال ہے تو ان میں کوئی رب کیسے ہو سکتا ہے؟ جب ان میں سے کسی نے مجھ کو پیدا نہیں کیا۔ نہ کسی کے ہاتھ میں رزق اور حاجت روائی کی کنجیاں ہیں تو میں انکو رب کیوں مانوں اور کیوں انکے آگے بندگی و عبادت میں سر جھکاؤں؟ میرا رب تو وہی ہو سکتا ہے۔ جس نے سب کو پیدا کیا۔ جس کے سب محتاج ہیں اور جس کے اختیار میں موت و زیست اور سب کا نفع و نقصان ہے۔

یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ جن معبودوں کو میری قوم پوجتی ہے۔ اُن کو میں ہرگز نہ پوجوں گا اور اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد انھوں نے علی الاعلان لوگوں سے کہدیا کہ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ؕ "جن کو تم خدائی میں اللہ کا شریک

کی زندگی میں اُن پر کیا گذری ہوگی۔ مال وزر کچھ ساتھ لے کر نہ نکلے تھے اور باہر نکل کر بھی اپنی روٹی کمانے کی فکر میں نہیں پھر رہے تھے۔ بلکہ رات دِن فکر تھی تو یہ تھی کہ لوگوں کو ہر ایک کی بندگی سے نکال کر صرف ایک خدا کا بندہ بنائیں۔ اس خیال کے آدمی کو جب اس کے اپنے باپ نے اور اپنی قوم نے برداشت نہ کیا تو اور کون برداشت کر سکتا تھا؟ کہاں اس کی آؤ بھگت ہو سکتی تھی؟ ہر جگہ وہی مندروں کے مہنت اور وہی خدائی کے مدّعی بادشاہ موجود تھے اور ہر جگہ وہی جاہل عوام بستے تھے۔ جو ان جھوٹے خداؤں کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے درمیان وہ شخص کہاں چین سے بیٹھ سکتا تھا جو نہ صرف خود ہی خدا کے سوا کسی کی خدائی ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ بلکہ دوسروں سے بھی علانیہ کہتا پھرتا تھا کہ ایک اللہ کے سوا تمہارا کوئی مالک اور آقا نہیں ہے۔ سب کی آقائی و خداوندی کا تختہ اُلٹ دو۔ اور صرف اس کے بندے بن کر رہو؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو کسی جگہ قرار نصیب نہ ہوا۔ سالہا سال بے خانماں پھرتے رہے کبھی کنعان کی بستیوں میں ہیں تو کبھی مصر میں اور کبھی عرب کے ریگستان میں۔ اسی طرح ساری جوانی بیت گئی اور کالے بال سفید ہو گئے ۔

آخیر عمر میں جب ۹۰ برس پورے ہونے میں صرف چار سال باقی تھے اور اولاد سے مایوسی ہو چکی تھی۔ اللہ نے اولاد دی لیکن اس اللہ کے بندے کو اب بھی یہ فکر دامنگیر نہ ہوئی کہ خود خانماں برباد ہوا ہوں تو اب کم از کم اپنے بچوں ہی کو دنیا کمانے کے قابل بناؤں۔ اور انہیں کسی ایسے کام پر لگا جاؤں کہ روٹی کا سہارا مل جائے نہیں اس بوڑھے مسلمان کو فکر تھی تو یہ تھی کہ جس مشن کو پھیلانے میں خود اس نے اپنی عمر کھپا دی تھی۔ کاش کوئی ایسا ہو جو اس کے مرنے کے بعد بھی اسی مشن کو پھیلاتا رہے۔ اسی غرض کے لئے وہ اللہ سے اولاد کا آرزومند تھا اور جب اللہ نے اولاد دی تو اس نے یہی چاہا۔ کہ اپنے بعد اپنے کام کو جاری رکھنے کے لئے انہیں تیار کرے۔ اس انسان کامل کی زندگی ایک سچے اور اصلی مسلمان کی زندگی تھی۔ ابتدائے جوانی میں ہوش سنبھالنے کے بعد ہی جب اس نے اپنے خدا کو پہچانا اور پا لیا تھا تو خدا نے اس سے کہا تھا کہ اَسْلِمْ (اسلام لے آ۔ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دے۔ میرا ہو کر رہ) اور اس نے جواب میں قول دے دیا تھا کہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں نے اسلام قبول کیا۔ میں رب العالمین کا ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا) اس قول و قرار کو اس سچے آدمی

نے تمام عمر پوری پابندی کے ساتھ نباہ کر دکھا دیا۔ اس نے رب العالمین کی خاطر صدیوں کے آبائی مذہب اور اس کی رسموں اور عقیدوں کو چھوڑا۔ دنیا کے اُن سارے فائدوں کو چھوڑا جو مہنت کی گدی سنبھالنے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ اپنے خاندان اور قوم اور وطن کو چھوڑا۔ اپنی جان کو آگ کے خطرہ میں ڈالا۔ جلا وطنی کی مصیبتیں سہیں۔ ملک ملک کی خاک چھانی۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ رب العالمین کی اطاعت اور اس کے دین کی تبلیغ میں صرف کر دیا۔ اور بڑھاپے میں جب اولاد نصیب ہوئی تو اس کے لئے بھی یہی دین اور یہی کام پسند کیا۔ مگر ان آزمائشوں کے بعد ایک اَور آخری آزمائش باقی رہ گئی تھی۔ جس کے بغیر یہ فیصلہ نہ ہو سکتا تھا کہ یہ شخص دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر رب العالمین سے محبت رکھتا ہے اور وہ آزمائش یہ تھی کہ یہ اس بڑھاپے میں جبکہ پوری مایوسی کے بعد اسے اولاد نصیب ہوئی ہے۔ اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی رب العالمین کی خاطر قربان کر سکتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ یہ آزمائش بھی پوری کر ڈالی گئی اور جب اشارہ پاتے ہی وہ اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پہ آمادہ ہو گیا۔ تب فیصلہ فرمایا گیا کہ ہاں اب تم نے اپنے مُسلِم ہونے کے دعوے کو بالکل سچ کر

دکھایا - اب تم اس کے اہل ہو کہ تمہیں ساری دنیا کا امام بنایا جائے - اسی بات کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ :-

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (بقرہ - ۱۵)	اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان میں پورا اُترگیا تو فرمایا کہ میں تجھ کو انسانوں کا امام (پیشوا) بناتا ہوں - اس نے عرض کیا اور میری اولاد کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب دیا - ان میں سے جو ظالم ہونگے انہیں میرا عہد نہیں پہنچتا ؛

اس طرح حضرت ابراہیمؑ کو دنیا کی پیشوائی سونپی گئی - اور وہ اسلام کی عالمگیر تحریک کے لیڈر بنائے گئے - اب آنحضرت کو اس تحریک کی اشاعت کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت پیش آئی - جو مختلف علاقوں کو سنبھال کر بیٹھ جائیں اور آپ کے خلیفہ یا نائب کی حیثیت سے کام کریں - اس کام میں تین آدمی آپ کے لئے قوت بازو ثابت ہوئے - ایک آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام دوسرے آپکے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام جنہوں نے یہ سنکر کہ رب العالمین ان کی جان کی قربانی چاہتا ہے خود اپنی گردن خوشی خوشی چھری کے

نیچے رکھ دی۔ تیسرے آپکے چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام ٭
بھتیجے کو آپ نے سدوم کے علاقہ میں بٹھایا جس کو آج کل
شرق اردن (ٹرانس جورڈینیا) کہتے ہیں۔ یہاں اس وقت کی سب
سے زیادہ پاجی قوم رہتی تھی۔ اس لئے اس کی اصلاح بھی مدنظر
تھی اور ساتھ ہی دور دراز کے علاقوں پر بھی اثر ڈالنا مقصود تھا
کیونکہ ایران، عراق اور مصر کے درمیان آنے جانے والے تجارتی قافلے
اسی علاقہ سے گذرتے تھے اور یہاں بیٹھ کر دونوں طرف تبلیغ کا سلسلہ
جاری رکھا جا سکتا تھا ٭

چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحٰق کو کنعان کے علاقہ میں آباد
کیا جس کو آجکل فلسطین کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ شام اور مصر کے
درمیان واقع ہے اور سمندر کے کنارے ہونے کی وجہ سے دوسرے
ملکوں پر بھی یہاں سے اثر ڈالا جا سکتا ہے۔ یہیں سے حضرت
اسحٰق کے بیٹے حضرت یعقوب (جن کا نام اسرائیل بھی تھا) اور پوتے
حضرت یوسف کی بدولت اسلام کی تحریک مصر تک پہنچی ۔

بڑے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل کو حجاز میں مکہ کے مقام پر
رکھا اور ایک مدت تک خود ان کے ساتھ رہ کر عرب کے تمام
گوشوں میں اسلام کی تعلیم پھیلائی۔ پھر یہیں دونوں باپ بیٹوں

نے اسلامی تحریک کا وہ مرکز تعمیر کیا جو کعبہ کے نام سے آج ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس مرکز کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا تھا اور خود ہی اس کی تعمیر کی جگہ تجویز کی تھی۔ یہ عمارت محض ایک عبادت گاہ ہی نہ تھی۔ جیسے مسجدیں عموماً ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ اول روز ہی سے اس کو دین اسلام کی عالمگیر تحریک کا مرکز تبلیغ و اشاعت قرار دیا گیا تھا اور اس کی غرض یہ رکھی گئی تھی کہ ایک خدا کو ماننے والے کھنچ کھنچ کر یہاں جمع ہوا کریں۔ مل کر خدا کی عبادت کریں اور اسلام کا پیغام لے کر پھر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں۔ یہی اجتماع تھا جس کا نام "حج" رکھا گیا تھا۔ اس کی پوری تفصیل کہ یہ مرکز کس طرح تعمیر ہوا۔ کن جذبات اور کن عزائم کے ساتھ دونوں باپ بیٹوں نے اس عمارت کی دیواریں اٹھائیں اور کیسے حج کی ابتدا ہوئی۔ قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے :-

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ	یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر
لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا	کیا گیا۔ وہ وہی تھا جو مکہ میں تعمیر
وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ	ہوا۔ برکت والا گھر اور سارے
آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ	جہان کے لئے مرکز ہدایت۔ اس میں

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط

(آل عمران، ١٠)

کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ مقامِ ابراہیمؑ ہے اور جو یہاں داخل ہو جاتا ہے اس کو امن مل جاتا ہے ؞

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (العنکبوت۔٧)

کیا لوگوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کیسے پُرامن حرم بنایا ہے۔ حالانکہ اس کے گرد و پیش لوگ اچک لیے جاتے ہیں (یعنی جب کہ عرب میں ہر طرف لوٹ مار، قتل، غارتگری اور جنگ و جدل کا بازار گرم تھا۔ اس حرم میں ہمیشہ امن ہی رہا۔ حتیٰ کہ وحشی بدو تک اس کے حدود میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھ پاتے تو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرتے)

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ه وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرکز و مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور حکم دیا کہ ابراہیمؑ کے مقامِ عبادت کو جائے نماز بنالو اور ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو ہدایت کی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والے اور ٹھہرنے والے اور رکوع اور سجدہ کرنے والے لوگوں

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا — کے لئے پاک صاف رکھو اور جب ابراہیم
وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ — نے دعا کی کہ پروردگار اس شہر کو
مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ — پر امن بنائیو اور یہاں کے باشندوں کو
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ — پھلوں کا رزق بہم پہنچا جو ان میں سے اللہ اور
(البقرۃ ۱۵) — یوم آخرت پر ایمان لانے والا ہو۔
وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ — اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل اس گھر کی
مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا — بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے
تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ — تھے کہ پروردگار ہماری اس کوشش
الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا — کو قبول فرما۔ تو سب کچھ سننا اور جانتا
مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ — ہے۔ پروردگار! اور تو ہم دونوں کو
اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا — اپنا مسلم (اطاعت گذار) بنا اور
مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ — ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ — جو تیری مسلم ہو اور ہمیں اپنی عبادت
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا — کا طریقہ بتا اور ہم پر بخشش کی نظر کر
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ — کہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ پروردگار!
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ — اور تو ان لوگوں میں انہی کی قوم سے
وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ — ایک ایسا رسول بھیج جو انہیں تیری

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ؏ آیات سنائے اور ان کو کتاب اور

(البقرہ ۔ ۱۵) دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق

درست کرے۔ یقیناً تو بڑی قدرت والا اور بڑا حکیم ہے ؁

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

اور جبکہ ابراہیمؑ نے دعا کی کہ پروردگار! اس شہر کو امن شہر بنا اور مجھے اور میرے بچوں کو بت پرستی سے بچا۔ پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جو کوئی میرے طریقہ کی پیروی کرے وہ تو میرا ہے اور جو میرے طریقہ سے پھر جائے تو یقیناً تو غفور اور رحیم ہے۔ پروردگار۔ میں نے اپنی نسل کے ایک حصہ کو تیرے اس عزت والے گھر کے پاس اس بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا ہے۔ تاکہ یہ نماز کا نظام قائم کریں سو اے رب تو لوگوں کے دلوں میں ایسا شوق ڈال کہ وہ ان کی طرف کھنچ کر آئیں اور ان کو پھلوں سے

(ابراہیم - ٦)

رزق پہنچا - امید ہے کہ یہ تیرے شکر گذار بنیں گے

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ

(الحج - ٤)

اور جب ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس گھر کی جگہ مقرر کی۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو اور لوگوں میں حج کی عام منادی کردو کہ تمہارے پاس آئیں۔ خواہ پیدل آئیں یا ہر دور دراز مقام سے دبلی اونٹنیوں پر آئیں۔ تاکہ یہاں آکر دیکھیں کہ ان کے لئے کیسے کیسے دینی و دنیوی منافع ہیں اور ان مقرر دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دیئے ہوں۔ اللہ کا نام لیں (یعنی قربانی کریں) اور اس سے خود بھی کھائیں اور تنگدست

اور محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں۔ (الحج - ۲۸)

یہ ہے اس حج کی ابتدا کا قصہ۔ جسے اسلام کا پانچواں رکن قرار دیا گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں سب سے پہلے جس نبی کو عالمگیر دعوت پھیلانے پر مامور کیا تھا۔ مکہ اس کے مشن کا صدر مقام تھا اور کعبہ وہ مرکز تھا۔ جہاں سے یہ تبلیغ دنیا کے مختلف گوشوں میں پہنچائی جاتی تھی اور حج کا طریقہ اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ جو لوگ خدائے واحد کی بندگی کا اقرار کریں اور اس کی اطاعت میں داخل ہوں۔ وہ خواہ کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں۔ سب کے سب اس ایک مرکز سے وابستہ ہو جائیں اور ہر سال جمع ہو کر اس مرکز کے گرد طواف کریں۔ گو یا ظاہر میں اپنی اس باطنی کیفیت کا نقشہ جما دیں کہ ان کی زندگی اس پہیئے کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنے دھرے کے گرد ہی گھومتا ہے ٭

حج کی تاریخِ مابعد

پچھلے مضمون میں بتا چکا ہوں کہ حج کی ابتدا کس طرح اور کس غرض کے لئے ہوئی تھی۔ یہ بھی بتا چکا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکّہ کو اسلامی تحریک کا مرکز بنایا تھا اور یہاں اپنے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بٹھایا تھا۔ تاکہ آپ کے بعد وہ اِس تحریک کو جاری رکھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کے بعد ان کی اولاد کب تک اُس دین پر قائم رہی جس پر اُن کے باپ اُن کو چھوڑ گئے تھے بہرحال چند صدیوں میں یہ لوگ اپنے بزرگوں کی تعلیم اور اُن کے طریقے سب بھول بھال گئے اور رفتہ رفتہ اُن میں وہ سب گمراہیاں پیدا ہو گئیں۔ جو دوسری جاہل قوموں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اُسی کعبہ میں جسے ایک خدا کی پرستش کے لئے دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا گیا تھا۔ سینکڑوں بت رکھ دیئے گئے اور غضب یہ ہے کہ خود حضرت

ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو بھی بُت بنا ڈالا گیا ۔ جن کی ساری زندگی بُتوں ہی کی پرستش مٹانے میں صرف ہوئی تھی ۔ ابراہیمؑ حنیف کی اولاد نے لات، منات، ہُبل، نسر، یغوث، عُزّیٰ، اساف، نائلہ اور خدا جانے کس کس نام کے بُت بنائے اور اُن کو پُوجا ۔ چاند، عطارد، زہرہ، زحل اور معلوم نہیں کس کس ستارے کو پُوجا ۔ جن ۔ بھُوت ۔ پریت ۔ فرشتوں اور اپنے مردہ بزرگوں کی روحوں کو پُوجا اور ان کی جہالت کا زور یہاں تک بڑھا کہ جب گھر سے نکلتے اور اپنا خاندانی بُت انہیں پوجنے کو نہ ملتا تو رستہ چلتے میں جو اچھا سا چکنا پتھر مل جاتا ۔ اُسی کو پوج ڈالتے؛ وہ پتھر بھی نہ ملتا تو مٹی کو پانی سے گوندھ کر ایک پنڈ سا بنا لیتے اور بکری کا دودھ چھڑکتے ہی وہ بےجان پنڈا اُن کا خدا بن جاتا ۔ جس مہنت گری اور پنڈتائی کے خلاف اُن کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق میں لڑائی کی تھی ۔ وہ خود انہی کے گھر میں گھس آئی ۔ کعبہ کو انہوں نے عرب کا ہردوار یا بنارس بنا لیا ۔ خود وہاں کے مہنت بن کر بیٹھ گئے ۔ حج کو تیرتھ جاترا بنا کر اس گھر سے جو توحید کی تبلیغ کے لیئے بنا تھا ۔ بُت پرستی کی تبلیغ کرنے لگے اور پجاریوں کے سارے ہتھکنڈے اختیار ۔

کرکے انہوں نے عرب کے دُور و نزدیک سے آنے والے جاتریوں سے نذر و نذرانے، چڑھاوے وصول کرنے شروع کر دیئے۔ اِس طرح وہ سارا کام برباد ہو گیا جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کر کے گئے تھے اور جس مقصد کے لئے انہوں نے حج کا طریقہ جاری کیا تھا۔ اس کی جگہ کچھ اَور ہی کام ہونے لگے ؛

اس جاہلیت کے زمانہ میں حج کی جو گت بنی۔ اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ یہ ایک میلہ تھا جو سال کے سال لگتا تھا۔ بڑے بڑے قبیلے اپنے جتھوں کے ساتھ یہاں آتے اور اپنے اپنے پڑاؤ الگ ڈالتے۔ ہر قبیلہ کا شاعر یا بھاٹ اپنی اور اپنے قبیلے والوں کی بہادری، ناموری، عزّت طاقت اور سخاوت کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا اور ہر ایک ڈینگیں مارنے میں دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کی ہجو تک نوبت پہنچ جاتی۔ پھر فیاضی کا میچ ہوتا۔ ہر قبیلے کے سردار اپنی بڑائی جتانے کے لئے دیگیں چڑھاتے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے اونٹ پر اونٹ کاٹتے چلے جاتے۔ اس فضول خرچی سے اُن لوگوں کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اس میلے

کے موقع پر اُن کا نام سارے عرب میں اُونچا ہو جائے اور یہ چرچے ہوں کہ فلاں صاحب نے اِتنے اونٹ ذبح کئے اور فلاں صاحب نے اتنوں کو کھانا کھلایا۔ اِن مجلسوں میں راگ رنگ۔ شراب خواری۔ زنا اور ہر قسم کی فحش کاری دھڑلّے سے ہوتی تھی اور خدا کا خیال مشکل ہی سے کسی کو آتا تھا۔ کعبہ کے گرد طواف ہوتا تھا۔ مگر کس طرح؟ عورت مرد سب ننگے ہو کر گھومتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اسی حالت میں خدا کے سامنے جائیں گے جس میں ہماری ماؤں نے ہمیں جنا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی مسجد میں عبادت ہوتی تھی۔ مگر کیسی؟ تالیاں پیٹی جائیں، سیٹیاں بجائی جاتیں اور نرسنگھے پھونکے جاتے۔ خدا کا نام پکارا جاتا۔ مگر کس شان سے؟ کہتے تھے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ (یعنی میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا ہونے کی وجہ سے تیرا شریک ہے تو اس کا بھی مالک ہے۔ اور اس کی ملکیت کا بھی مالک ہے) خدا کے نام پر قربانیاں بھی کرتے تھے۔ مگر کس بدتمیزی کے ساتھ؟ قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں سے لتھیڑا جاتا اور

گوشت دروازے پر ڈالا جاتا۔ اس خیال سے کہ نعوذ باللہ یہ خون اور گوشت خدا کو مطلوب ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حج کے چار مہینوں کو حرام ٹھہرایا تھا اور ہدایت کی تھی۔ کہ ان مہینوں میں کسی قسم کی جنگ و جدل نہ ہو۔ یہ لوگ اس حرمت کا کسی حد تک خیال رکھتے تھے۔ مگر جب لڑنے کو جی چاہتا تو ڈھٹائی کے ساتھ ایک سال حرام مہینہ کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال اس کا بدلہ کر دیتے تھے ⁂

پھر جو لوگ اپنے مذہب میں نیک نیت تھے۔ انہوں نے بھی جہالت کی وجہ سے عجیب عجیب طریقے ایجاد کر لئے تھے۔ کچھ لوگ بغیر زادِ راہ لئے حج کو نکل کھڑے ہوتے اور مانگتے کھاتے چلے جاتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ نیکی کا کام تھا۔ کہتے تھے۔ ہم متوکل ہیں خدا کے گھر کی طرف جا رہے ہیں تو دنیا کا سامان کیوں لیں؟ عموماً حج کے سفر میں تجارت کرنے یا کمائی کے لئے محنت مشقت کرنے کو ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ بہت لوگ حج میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے اور اسے بھی داخلِ عبادت سمجھتے تھے۔ بعض لوگ حج کو نکلتے تو بات چیت کرنا ترک کر دیتے۔ اس کا نام حجِ مُصمت یعنی گونگا حج تھا۔ اس قسم کی اور غلط

رسمیں بے شمار تھیں - جن کا حال بیان کرکے میں آپ کا وقت
ضائع کرنا نہیں چاہتا ٭

یہ حالت کم و بیش دو ہزار برس تک رہی - اِس طویل
مدت میں کوئی نبی عرب میں پیدا نہیں ہُوا - نہ کسی نبی کی خالص
تعلیم عرب تک پہنچی - آخر کار حضرت ابراہیمؑ کی اس دُعا کے
پُورے ہونے کا وقت آیا - جو انہوں نے کعبہ کی دیواریں اُٹھاتے
وقت اللہ سے مانگی تھی - یعنی پروردگار! ان کے درمیان ایک
پیغمبر خود انہی کی قوم میں سے بھیجیو جو انہیں تیری آیات
سُنائے اور کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق
درست کرے" چنانچہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی اولاد سے پھر ایک
انسانِ کامل اُٹھا - جس کا نامِ پاک محمد ابنِ عبداللہ تھا صلی اللہ
علیہ وسلم جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے پنڈتوں اور مہنتوں
کے خاندان میں آنکھ کھولی تھی - اِسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم نے بھی اس خاندان میں آنکھ کھولی جو صدیوں سے کعبہ
کے تیرتھ کا مہنت بنا ہُوا تھا - جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے
اپنے ہاتھ سے خود اپنے خاندان کی مہنتی پر ضرب لگائی - اِسی طرح
آنحضرتؐ نے بھی اس پر صرف ضرب ہی نہیں لگائی - بلکہ ہمیشہ

کے لئے اس کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی۔ پھر جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے تمام باطل عقیدوں اور تمام جھوٹے خداؤں کی خدائی مٹانے کے لئے جد و جہد کی تھی اور ایک خدا کی بندگی پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ بالکل وہی کام آنحضرتؐ نے بھی کیا اور پھر اسی اصلی اور بے لوث دین کو تازہ کر دیا جسے حضرت ابراہیمؑ لے کر آئے تھے ۲۱ سال کی مدت میں جب یہ سارا کام آپ مکمل کر چکے تو اللہ کے حکم سے آپ نے پھر اسی کعبہ کو تمام دنیا کے خدا پرستوں کا مرکز بنانے کا اعلان کیا اور پھر وہی منادی کی کہ سب طرف سے حج کے لئے اس مرکز کی طرف آؤ:-

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ	اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو کوئی
مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا	اس گھر تک آنے کی قدرت رکھتا ہو
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ	وہ حج کے لئے آئے۔ پھر جو انکار کرے
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ٥	(یعنی قدرت کے باوجود نہ آئے) تو
آل عمران ۱۰	اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے

اس طرح حج کا از سر نو آغاز کرنے کے ساتھ ہی جاہلیت کی وہ ساری رسمیں بھی یک قلم مٹا دی گئیں۔ جو پچھلے دو ہزار

برس میں رواج پا گئی تھی۔

میلے ٹھیلے اور تماشے بند کئے گئے اور حکم دیا گیا۔ کہ جو طریقہ عبادت کا بتایا جاتا ہے۔ اسی طریقہ سے اللہ کی عبادت کرو :-

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ	اللہ کو یاد کرو اس طرح جیسی تمہیں
وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ	اللہ نے ہدایت کی ہے۔ ورنہ اس
الضَّآلِّيْنَ (بقرہ - ۲۵)	سے پہلے تو تم گمراہ لوگ تھے۔
فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ	حج میں نہ شہوانی افعال کئے جائیں۔
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ	نہ فسق و فجور ہو نہ لڑائی جھگڑے
(بقرہ - ۲۵)	ہوں۔

شاعری کے دنگل۔ باپ دادا کے کارناموں پر فخر اور بھٹئی اور ہجو گوئی کے میچ سب بند کر دیئے گئے :-

وَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ	پھر جب اپنے مناسک حج ادا ا۔
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ	چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا
اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ط	ذکر کیا کرتے تھے۔ اب اللہ کو یاد کرو
(بقرہ - ۲۵)	بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

فیاضی کے مقابلے جو محض دکھاوے اور ناموری کے لئے ہونے

تھے۔ ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ وہی حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کا طریقہ پھر زندہ کیا گیا کہ محض اللہ کے نام پر جانور ذبح کئے جائیں تاکہ خوشحال لوگوں کی قربانی سے غریب حاجیوں کو بھی کھانے کا موقع مل جائے :-

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۚ (اعراف - ۳)	کھاؤ پیو۔ مگر اسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ (الحج - ۵)	ان جانوروں کو خالص اللہ کے لئے اسی کے نام پر قربان کرو۔ پھر جب ان کی پیٹھیں زمین پر ٹھہر جائیں (یعنی جب جان پوری طرح نکل چکے اور حرکت باقی نہ رہے) تو خود بھی ان میں سے کھاؤ اور قانع کو بھی کھلاؤ اور حاجتمند سائل کو بھی۔

قربانی کے خون کو کعبہ کی دیواروں سے تھیپڑنا اور گوشت لاکر ڈالنا موقوف کیا گیا اور ارشاد ہوا -

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا	اللہ کو ان جانوروں کے گوشت

دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (الحج - ۵)

اور خون نہیں پہنچتے - بلکہ تمہاری پرہیزگاری و خدا ترسی پہنچتی ہے -

برہنہ ہو کر طواف کرنے کی قطعی ممانعت کر دی گئی - اور فرمایا گیا -

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (اعراف - ۱۷)

اے نبی ان سے کہو کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی تھی -

(یعنی لباس ؟)

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (اعراف - ۳)

اے نبی کہو کہ اللہ تو ہرگز بے حیائی کا حکم نہیں دیتا -

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف - ۳)

اے آدمی زادو! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (یعنی لباس) پہنے رہا کرو -

حج کے مہینوں کا الٹ پھیر کرنے اور حرام مہینوں کو لڑائی کے لئے حلال کر لینے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا :-

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ

نسی تو کفر میں اور زیادتی ہے (یعنی کفر کے ساتھ ڈھٹائی کا اضافہ ہے)،

كَفَرُوا يُحِلُّونَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ط (التوبہ - ۵)

کافر لوگ اس طریقہ سے اور گمراہی میں پڑتے ہیں۔ ایک سال ایک مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال اس کے بدلہ میں کوئی دوسرا مہینہ حرام کر دیتے ہیں تاکہ جتنے مہینے اللہ نے حرام ٹھہرائے ہیں۔ ان کی تعداد پوری کر دی جائے مگر اس بہانے سے در اصل اس چیز کو حلال کر لیا جائے جسے اللہ نے حرام کیا تھا ⁂

زادِ راہ لئے بغیر حج کے لئے نکلنے کو ممنوع ٹھہرایا گیا اور ارشاد ہوا کہ :-

تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرہ - ۲۵)

زادِ راہ ضرور لو۔ کیونکہ (دنیا میں زادِ راہ نہ لینا زادِ آخرت نہیں ہے) بہترین زادِ راہ تو تقویٰ ہے -

سفرِ حج میں کمائی نہ کرنے کو جو نیکی کا کام سمجھا جاتا تھا۔ اور روزی کمانے کو ناجائز خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی تردید کی گئی -

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرہ - ۲۵)

کوئی مضائقہ نہیں اگر تم کاروبار کے ذریعے سے اپنے رب کا فضل تلاش کرتے جاؤ -

گونگے بچ اور بھوکے پیاسے بچ سے بھی روکا گیا اور ایسی ہی جاہلیت کی دوسری تمام رسموں کو مٹا کر حج کو تقویٰ، خدا ترسی، پاکیزگی اور سادگی و درویشی کا مکمل نمونہ بنا دیا گیا۔ حاجیوں کو حکم دیا گیا کہ جب اپنے گھروں سے چلو تو اپنے آپ کو تمام دنیوی آلائشوں سے پاک کر لو۔ شہوات کو چھوڑ دو۔ بیویوں کے ساتھ بھی اس زمانہ میں تعلقِ زن وشو نہ رکھو۔ گالی گلوچ اور تمام بیہودہ اعمال سے پرہیز کرو۔ کعبہ کی طرف آنے والے جتنے راستے ہیں۔ اُن سب پر بیسیوں میل دُور سے ایک ایک حد مقرر کر دی گئی کہ اس حد سے آگے بڑھنے سے پہلے سب لوگ اپنے لباس بدل کر احرام کا فقیرانہ لباس پہن لیں تاکہ سب امیر و غریب یکساں ہو جائیں اور سب کے سب اللہ کے دربار میں فقیر بن کر عاجزانہ شان کے ساتھ حاضر ہوں احرام باندھنے کے بعد انسان کا خون بہانا تو درکنار جانور تک کا شکار کرنا حرام کر دیا گیا تاکہ امن پسندی پیدا ہو۔ بہیمیت دُور ہو جائے اور طبیعتوں پر روحانیت کا غلبہ ہو۔ حج کے چار مہینے اس لئے حرام کئے گئے کہ اس مدت میں کوئی لڑائی نہ ہو۔ کعبہ کو جانے والے تمام راستوں میں امن رہے اور زائرینِ حرم

کو کوئی نہ چھیڑے۔ اس شان کے ساتھ جب حاجی حرم میں پہنچیں تو ان کے لئے کوئی میلہ ٹھیلہ، کھیل تماشہ، ناچ رنگ وغیرہ نہیں ہے۔ قدم قدم پر خدا کا ذکر ہے۔ نمازیں ہیں عبادتیں ہیں۔ قربانیاں ہیں۔ کعبہ کا طواف ہے اگر کوئی پکار رہے۔ تو یہ ہے :-

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ

تیری طلب پر حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں یقیناً تیرے ہی لئے حمد ہے۔ سب نعمت تیری ہی ہے۔ ساری بادشاہی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ⁂

ایسے ہی پاک صاف، بے لوث اور مخلصانہ حج کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں شہوات اور فسق و فجور سے پرہیز کیا۔ وہ اس طرح پلٹتا ہے جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے ⁂

اب قبل اس کے کہ حج کے فائدے بیان کئے جائیں۔ یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ یہ فرض کیسا فرض ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (آل عمران - ١١)

اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے کفر کیا تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے کو کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں سے ہوتی ہے:-

مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا وَّاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا۔

جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے بیت اللہ تک پہنچ سکتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کا اس حالت پر مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ

جس کو نہ تو کسی صریح حاجت نے

حَاجَۃٌ ظَاہِرَۃٌ اَوْسُلْطَان جَابِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَہُوْدِیًّا وَ اِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا۔

حج سے روکا ہو۔ نہ کسی ظالم سلطان نے۔ نہ کسی روکنے والے مرض نے۔ اور پھر اس نے حج نہ کیا ہو اور اسی حالت میں اسے موت آ جائے۔ تو اسے اختیار ہے۔ خواہ یہودی بن کر مرے یا نصرانی بن کر۔

اور اسی کی تفسیر حضرت عمرؓ نے کی۔ جب کہا کہ "جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اُن پر جزیہ لگا دوں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور رسولؐ و خلیفہ رسولؐ کی اس تشریح سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ فرض ایسا فرض نہیں ہے کہ جی چاہے تو ادا کیجیے اور نہ چاہے تو ٹال دیجیے۔ بلکہ یہ ایسا فرض ہے کہ ہر اس مسلمان کو جو کعبہ تک جانے آنے کا خرچ رکھتا ہو۔ اور ہاتھ پاؤں سے معذور نہ ہو عمر میں ایک مرتبہ اسے لازماً ادا کرنا چاہیے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو اور خواہ اس کے اوپر بال بچوں کی اور اپنے کاروبار یا ملازمت وغیرہ کی کیسی ہی ذمہ داریاں ہوں۔ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے

رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانے پر سال پر سال یونہی گذارتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے۔ رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے۔ دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گذر جاتے ہیں۔ جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک انکے دِل سے نہیں گذرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور قرآن سے جاہل ہے جو انہیں مسلمان سمجھتا ہے۔ اُن کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اُٹھتا ہو تو اُٹھا کرے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہر حال اُن کے دِل میں نہیں ہے۔

⁂

حج کے فائدے

قرآن مجید میں جہاں یہ ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حج کی عام منادی کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہاں اس حکم کی پہلی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ "لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ" تاکہ لوگ آکر دیکھیں کہ اس حج میں اُن کے لئے کیسے کیسے فائدے ہیں۔ یعنی یہ سفر کرکے اور اس جگہ جمع ہوکر وہ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیں گے کہ یہ انہیں کے نفع کے لئے ہے اور اس میں جو فائدے پوشیدہ ہیں۔ انکا اندازہ کچھ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ آدمی یہ کام کرکے خود دیکھ لے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق روایت ہے کہ جب تک انہوں نے حج نہ کیا تھا۔ انہیں اس معاملہ میں تردد تھا کہ اسلامی عبادات میں سب سے افضل کونسی عبادت ہے۔ مگر جب انہوں نے خود حج کرکے اُن بے حد وحساب فائدوں کو دیکھا جو اس عبادت میں پوشیدہ ہیں تو بے تامل پکار اُٹھے کہ حج سب سے افضل ہے۔

اب میں مختصر الفاظ میں اس کے فائدے بیان کروں گا۔
دنیا کے لوگ عموماً دو قسم کے سفروں سے واقف ہیں
ایک وہ سفر جو روٹی کمانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو
سیر و تفریح کے لئے کیا جاتا ہے۔ ان دونوں قسم کے سفروں میں اپنی
غرض اور اپنی خواہش آدمی کو باہر نکلنے پر آمادہ کرتی ہے۔ گھر چھوڑتا
ہے تو اپنی غرض کے لیے۔ بال بچوں اور عزیزوں سے جدا ہوتا ہے تو
اپنی خاطر۔ مال خرچ کرتا ہے یا وقت صرف کرتا ہے تو اپنے مطلب
کے لئے لہذا اس میں قربانی کا کوئی سوال نہیں ہے مگر یہ سفر جس کا
نام حج ہے اسکا معاملہ سب سفروں سے بالکل مختلف ہے۔ یہ سفر
اپنی کسی غرض کے لئے یا اپنے نفس کی کسی خواہش کے لئے نہیں بلکہ
صرف اللہ کیلئے ہے اور اس فرض کو ادا کرنے کے لئے ہے۔ جو اللہ
نے مقرر کیا ہے۔ اس سفر پر کوئی شخص اسوقت تک آمادہ ہو ہی نہیں
سکتا۔ جب تک کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت نہ ہو۔ اس کا
خوف نہ ہو اور اس کے فرض کو فرض سمجھنے کا خیال نہ ہو۔ پس جو
شخص اپنے گھر بار سے ایک لمبی مدت کے لئے علیحدگی، اپنے عزیزوں
سے جدائی، اپنے کاروبار کا نقصان، اپنے مال کا خرچ اور سفر
کی تکلیفیں گوارا کر کے حج کو نکلتا ہے۔ اس کا نکلنا خود اس بات

کی دلیل ہے کہ اس کے اندر خوفِ خدا اور محبّتِ خدا بھی ہے اور فرض کا احساس بھی اور اس میں یہ طاقت موجود ہے کہ اگر کسی وقت خدا کی راہ میں نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ نکل سکتا ہے۔ تکلیفیں اُٹھا سکتا ہے۔ اپنے مال اور اپنی راحت کو خدا کی راہ میں قربان کر سکتا ہے ؀

پھر جب وہ ایسے پاک ارادہ سے سفر کے لئے تیار ہوتا ہے تو اس کی طبیعت کا حال کچھ اور ہی ہوتا ہے جس دل میں خدا کی محبت کا شوق بھڑک اُٹھا ہو اور جس کی لو اُدھر لگ گئی ہو۔ اس میں پھر نیک ہی نیک خیال آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ لوگوں سے اپنا کہا سنا بخشواتا ہے۔ کسی کا حق اس پر آتا ہو تو اُسے ادا کرنے کی فکر کرتا ہے۔ تاکہ خدا کے دربار میں بندوں کے حقوق کا بوجھ لادے ہوئے نہ جائے۔ بُرائی سے اس کے دل کو نفرت ہونے لگتی ہے اور قدرتی طور پر بھلائی کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے۔ پھر سفر کے لئے نکلنے کے ساتھ ہی جتنا جتنا وہ خدا کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اتنا ہی اتنا اس کے اندر نیکی کا جذبہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو اس سے اذیت نہ پہنچے۔ اور جس کی جتنی

خدمت یا مدد ہو سکے کرے ۔ بد کلامی یا بیہودگی یا بے حیائی یا بددیانتی کرے سے خود اس کی اپنی طبیعت اندر سے کتی ہے ۔ کیونکہ وہ خدا کے راستے میں جا رہا ہے ۔ حرم الہٰی کا مسافر ہو اور پھر بدکاریاں کرتا ہوا جائے ۔ ایسی شرم کی بات کسی سے کیسے ہو؟ اس کا تو یہ سفر پورا کا پورا عبادت ہے ۔ اس عبادت کی حالت میں ظلم اور فسق کا کیا کام ! پس دوسرے تمام سفروں کے برعکس یہ ایسا سفر ہے جو ہر دم آدمی کے نفس کو پاک کرتا رہتا ہے اور یوں سمجھو کہ یہ ایک بہت بڑا اصلاحی کورس ہے جس سے لازماً ہر مسلمان کو گذرنا ہوتا ہے جو حج کے لئے جائے ۔

سفر کا ایک حصہ ختم کر چلنے کے بعد ایک خاص حد ایسی آتی ہے جس سے کوئی مسلمان جو مکہ جانا چاہتا ہو ۔ احرام باندھے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا ۔ یہ احرام کیا ہے ؟ ایک فقیرانہ لباس جس میں ایک تہ بند ۔ ایک چادر اور جوتی کے سوا کچھ نہیں ہوتا ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اب تک جو کچھ تم تھے سو تھے مگر اب جو تمہیں خدا کے دربار میں جانا ہے تو فقیر بن کر چلو ظاہر میں بھی فقیر بنو اور دل کے بھی فقیر بننے کی کوشش کرو ۔ رنگین

کپڑے اور آرائش کے لباس اتارو۔ سادہ اور درویشانہ طرز کا لباس پہن لو موزے نہ پہنو۔ سر کھلا رکھو۔ خوشبو نہ لگاؤ۔ بال نہ بناؤ ہر قسم کی زینت سے پرہیز کرو۔ عورت مرد کا تعلق بند کردو۔ بلکہ ایسی حرکات و سکنات اور ایسی باتوں سے بھی پرہیز کرو جو اس تعلق کا شوق یا اس کی یاد دلانے والی ہوں۔ شکار نہ کرو بلکہ شکاری کو شکار کا نشان دینے یا اس کا پتہ بتانے سے بھی اجتناب کرو۔ ظاہر میں جب یہ رنگ اختیار کروگے۔ تو باطن پر بھی اس کا اثر پڑیگا۔ اندر سے تمہارا دل بھی فقیر بنے گا۔ کبر وغرور نکلے گا۔ مسکینی اور امن پسندی پیدا ہوگی دنیا اور اس کی لذتوں میں پھنسنے سے جو کچھ آلائشیں تمہاری روح کو لگ گئی تھیں وہ صاف ہوں گی اور خدا پرستی کی کیفیت تمہارے اوپر بھی طاری ہوگی ۔

احرام باندھنے کے ساتھ جو کلمات حاجی کی زبان سے نکلتے ہیں جن کو وہ ہر نماز کے بعد اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اور ہر پستی کی طرف اترتے وقت اور ہر قافلے سے ملتے وقت اور ہر صبح نیند سے بیدار ہو کر بلند آواز سے پکارتا ہے وہ یہ ہیں:

لَبَّيْكَ ، اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ

اَلْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ ۔ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔

یہ دراصل حج کی اس ندائے عام کا جواب ہے جو حکمِ الٰہی سے حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے کی تھی ۔ ساڑھے چار ہزار برس ہوئے ۔ جب اللہ کے اس مُناد نے پکارا تھا ۔ کہ " اللہ کے بندو! اللہ کے گھر کی طرف آؤ ۔ زمین کے ہر گوشے سے آؤ ۔ خواہ پیدل آؤ ۔ خواہ سواریوں پر آؤ ۔" جواب میں آج تک حرم پاک کا ہر مسافر بلند آواز سے کہتا ہے :" میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں ۔ تیرا کوئی شریک نہیں ۔ میں صرف تیری طلبی پر حاضر ہوں ۔ حمد تیرے لئے ہے ۔ نعمت تیری ہے ۔ ملک تیرا ہے کسی چیز میں تیرا کوئی شریک نہیں " اس طرح لبیک کی ہر صدا کے ساتھ تاریخ کا تعلق سچی اور خالص خدا پرستی کی اس تحریک کیساتھ جڑ جاتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے وقت سے چلی آرہی ہے ۔ ساڑھے چار ہزار برس کا فاصلہ بیچ سے ہٹ جاتا ہے ۔ یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ ادھر اللہ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ پکار رہے ہیں اور ادھر یہ جواب دے رہا ہے جواب دیا جاتا ہے ۔ اور بڑھتا جاتا ہے ۔ جوں جوں آگے بڑھتا ہے ۔ شوق کی کیفیت اور زیادہ طاری ہوتی جاتی ہے ۔ ہر چڑھاؤ اور ہر اُتار پر اسکے کانوں

میں اللہ کی منادی کی آواز گونجتی ہے اور رہ رہ کر لبیک کہتا ہوا آگے چلتا ہے - ہر قافلہ اُسے وہیں کا پیام معلوم ہوتا ہے اور ایک عاشق کی طرح یہ اُسکا پیغام سُن کر پکارتا ہے "میں حاضر میں حاضر" ہر نئی صبح اس کے لئے گویا پیغام دوست لاتی ہے اور نور کے تڑکے میں آنکھ کھولتے ہی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی صدا لگانے لگتا ہے - غرض یہ بار بار کی صدا احرام کے اس فقیرانہ لباس، سفر کی اس حالت اور منزل بہ منزل کعبہ سے قریب تر ہوتے جانے کی اس کیفیت نے ساتھ مل کر کچھ ایسا سماں باندھ دیتی ہے کہ حاجی عشق الٰہی میں از خود رفتہ ہو جاتا ہے اور اس کے دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بس اک یاد دوست کے سوا "وہ آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا"

اس شان سے حاجی مکہ پہنچتا ہے اور جاتے ہی سیدھا اس آستانے کی طرف رخ کرتا ہے - جس کی طرف بلایا گیا تھا آستان دوست کو چومتا ہے - پھر اپنے عقیدے اپنے ایمان، اپنے دین و مذہب کے اس مرکز کے گرد چکر لگاتا ہے اور ہر چکر آستانہ بوسی سے شروع اور آستانہ بوسی ہی پر ختم کرتا جاتا ہے[1] - اس کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعتیں سلامی کی پڑھتا ہے - پھر وہاں سے

[1] حاشیہ برصفحہ ۴۶

نکل کر کوہِ صفا پر چڑھتا ہے اور وہاں سے جب کعبہ پر نظر پڑتی ہے تو پکار اٹھتا ہے :-

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔

"کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی ہم بندگی نہیں کرتے۔ ہماری اطاعت صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔ خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو"

پھر وہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتا ہے گویا اپنی حالت سے اس کا ثبوت دے رہا ہے کہ یونہی اپنے مالک کی خدمت میں اور یونہی اس کی خوشنودی کی طلب میں ہمیشہ سعی کرتا رہے گا۔

حاشیہ صفحہ ۴۵ ۔ حجر اسود کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام نے آستانہ بوسی کے لیے اس جگہ کو معین کر لیا تھا ۔ ورنہ بجائے خود اس پتھر میں کوئی بات نہیں ہے کہ جس سے اس کی کچھ خصوصیت ہو۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ میں جانتا ہوں تو محض ایک پتھر ہے۔ اگر رسول اللہ نے تجھے نہ چوما ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا ۔

اس سعی کے دوران میں کبھی ان کی زبان سے نکلتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ بِسُنَّۃِ نَبِیِّكَ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاَعِذْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔

"خدایا مجھ سے کام لے۔ اسی طریقہ پر جو تیرے نبی کا طریقہ ہے اور مجھے موت دے اسی راستہ پر جو تیرے نبی کا راستہ ہے اور زندگی بھر مجھے بچا اُن فتنوں سے جو راہِ راست سے بھٹکانے والے ہیں"

اور کبھی کہتا ہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ

پروردگار معاف کر اور رحم کر۔ میرے قصوروں کو تو جانتا ہے۔ اُن سے درگزر فرما۔ تیری طاقت سب سے بڑھ کر ہے اور تیرا کرم بھی سب سے بڑھ کر ٭

اس کے بعد وہ گویا اللہ کا سپاہی بن جاتا ہے اور اب پانچ چھ روز اسکو کیمپ کی سی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے۔ ایک رات منیٰ میں پڑاؤ ہے دوسرے دن عرفات میں کیمپ ہے اور خطیب کمانڈر کی ہدایات سنتا ہے۔ رات کو مزدلفہ میں جا کر چھاؤنی ڈالی جاتی ہے۔ دن نکلتے ہی

منیٰ کی طرف کوچ ہوتا ہے اور وہاں تین ستونوں پر کنکریوں سے چاندماری کی جاتی ہے۔ جہاں تک اصحاب فیل کی فوجیں کعبہ کو ڈھانے کے لئے پہنچ گئی تھیں۔ ہر کنکری مارنے کیساتھ اللہ کا سپاہی کہتا جاتا ہے
اللہ اکبر رغماً للشیطٰن وحزبہ اور اللھم تصدیقاً بکتابک واتباعاً لسنۃ نبیک کنکریوں کی اس چاندماری کا مطلب یہ ہے کہ خدایا جو تیرے دین کو مٹانے اور تیرا بول نیچا کرنے اٹھے گا۔ بہ مقابلہ اس کے مقابلہ میں تیرا بول بالا کرنے کے لئے یوں لڑونگا۔ پھر اسی جگہ قربانی کی جاتی ہے تاکہ راہ خدا میں خون بہانے کی نیت اور عزم کا اظہار عمل سے ہو جائے۔ پھر وہاں سے کعبہ کا رخ کیا جاتا ہے جیسے سپاہی اپنی ڈیوٹی ادا کر کے ہیڈکوارٹر کی طرف سرخرو واپس آتا ہے۔ طواف اور دو رکعتوں سے فارغ ہو کر احرام کھل جاتا ہے جو کچھ حرام کیا تھا وہ پھر حلال ہو جاتا ہے اور اب حاجی کی زندگی پھر معمولی طور پر شروع ہو جاتی ہے اس معمولی زندگی کی طرف پلٹنے کے بعد حاجی منیٰ میں جاکر پھر کیمپ کرتا ہے اور دوسرے دن پھر کے ان تین ستونوں پر باری باری کنکریوں سے پھر چاندماری کرتا ہے۔ جن کو جمرات کہتے ہیں اور جو در اصل اس ہاتھی والی فوج کی پسپائی اور تباہی کی یادگار ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیدائش کے سال میں حج کے موقع پر اللہ نے ابرہہ کی فوج جو وہاں آئی
تھی اور جسے اللہ کے حکم سے آسمانی چڑیوں نے کنکریاں مار مار کر
تباہ کر دیا تھا۔ تیسرے دن بعد ان تینوں ستونوں پر سنگ باری کرنے کے
بعد حاجی مکہ پلٹتا ہے اور سات دفعہ اپنے دین کے مرکز کا طواف
کرتا ہے یہ طواف وداع ہے اور اس سے فارغ ہونے کے معنی
حج سے فارغ ہو جانے کے ہیں ٭

یہ ساری تفصیل جو آپ نے سنی۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے
ہیں کہ حج کے ارادے اور اس کی تیاری سے لے کر اپنے گھر واپس
آنے تک دو تین مہینے کی مدت میں کتنے زبردست اثرات آدمی کے
دل اور دماغ پر پڑتے ہیں۔ اس میں وقت کی قربانی ہے، مال کی قربانی

لے عام طور پر مشہور ہے کہ کنکریاں مارنے کا یہ فعل اس واقعہ کی یاد میں
کیا جاتا ہے جو حضرت ابراہیم کو پیش آیا تھا یعنی حضرت اسمٰعیل کی قربانی کے
وقت شیطان نے آپ کو بہکایا تھا اور اس کو [illegible] کی تھیں۔
[illegible] حضرت ابراہیم کے تذکرے میں [illegible] باقی [illegible]
بجائے [illegible] اور حضور نے کنکریاں ماری تھیں [illegible]
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] ہے ٭

ہے۔ آرام و آسائش کی قربانی ہے۔ بہت سے دنیوی منافع
کی قربانی ہے۔ بہت سی نفسانی خواہشوں اور لذتوں کی قربانی
ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کی خاطر ہے۔ کوئی ذاتی غرض اس میں شامل
نہیں۔ پھر اس سفر میں پرہیزگاری و تقویٰ کے ساتھ مسلسل
خدا کی یاد اور خدا کی طرف شوق و عشق کی جو کیفیت آدمی پر گزرتی
ہے وہ اپنا ایک مستقل نقش دل پر چھوڑ جاتی ہے۔ جس کا اثر برسوں
دل پر قائم رہتا ہے۔ پھر حرم کی سرزمین پر پہنچ کر قدم قدم پر انسان
ان لوگوں کے آثار دیکھتا ہے۔ جنہوں نے اللہ کی بندگی و
اطاعت میں اپنا سب کچھ قربان کیا۔ دنیا بھر سے لڑے مصیبتیں
اٹھائیں۔ جلاوطن ہوئے۔ ظلم پر ظلم سہے مگر بالآخر اللہ کا کلمہ
بلند کر کے چھوڑا۔ اور ہر اس باطل قوت کا سر نیچا کر کے ہی دم لیا
جو انسان سے اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرانا چاہتی تھی۔ ان
آیات بینات اور ان آثار متبرکہ کو دیکھ کر ایک خدا پرست آدمی
عزم و ہمت اور جہاد فی سبیل اللہ کا جو سبق لے سکتا ہے شاید
کسی دوسری چیز سے نہیں لے سکتا۔ پھر طواف کعبہ سے اس کو
مرکزِ دین کے ساتھ جو وابستگی ہوتی ہے اور مناسکِ حج میں
دوڑ دھوپ، کوچ اور قیام سے مجاہدانہ زندگی کی جو مشق اسے

کرائی جاتی ہے۔ اب اگر آپ نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ
ملا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ساری چیزیں کسی بہت بڑے
کام کی ٹریننگ ہیں جو اسلام مسلمانوں سے لینا چاہتا ہے۔ اسی
لئے ہر اس مسلمان پر جو کعبہ تک جانے آنے کی قدرت رکھتا ہے
حج لازم کر دیا گیا ہے تاکہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہر زمانہ میں زیادہ
زیادہ مسلمان ایسے موجود رہیں جو اس پوری ٹریننگ سے
گذر چکے ہوں ۔

لیکن حج کے فائدوں کا پورا اندازہ کرنے سے آپ قاصر
رہیں گے۔ جب تک یہ بات آپ کے پیش نظر نہ ہو کہ ایک ایک
مسلمان اکیلا اکیلا حج نہیں کرتا ہے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں
کے لئے حج کا ایک ہی زمانہ رکھا گیا ہے اور ہزاروں لاکھوں
مسلمان مل کر ایک وقت میں حج کرتے ہیں۔ پہلے جو کچھ میں نے
بیان کیا ہے۔ اس سے تو آپ کے سامنے صرف اتنی بات آئی
ہے کہ فرداً فرداً ایک ایک حاجی پر اس عبادت کا کیا اثر ہوتا ہے
اب میں آئندہ مضمون میں آپ کو بتاؤں گا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے
لئے حج کا ایک وقت مقرر کر کے ان فائدوں کو کس طرح لاکھوں
درجے بڑھا دیا گیا ہے۔ اسلام کا کمال یہی ہے کہ یہ یک کرشمہ

..کار نہیں۔ بلکہ سزا کا نکال لے جانا ہے۔ نماز علیحدہ پڑھنے ہی میں کچھ کم فائدے نہ تھے۔ مگر اس کے ساتھ جماعت کی شرط لگا کر اور امامت کا قاعدہ مقرر کرکے اور جمعہ وعیدین کی بڑی جماعتیں بناکر اس کے فائدوں کو بےحد وحساب بڑھادیا۔ روزہ فرداً فرداً رکھنا بھی اصلاح اور تربیت کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔ مگر سب مسلمانوں کے لئے رمضان کا ایک ہی مہینہ مقرر کرکے اس کے فائدے اتنے بڑھادیے کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ زکوٰۃ الگ الگ دینے میں بھی بہت سی خوبیاں تھیں۔ مگر اس کے لئے بیت المال کا نظام مقرر کرکے اس کی منفعت اتنی بڑھادی کہ آپ اس کا اندازہ اس وقت تک کر ہی نہیں سکتے۔ جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو اور آپ آنکھوں سے دیکھ نہ لیں کہ تمام مسلمانوں کی زکوٰۃ ایک جگہ جمع کرکے ایک انتظام کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کرنے سے کتنی خیروبرکت ہوتی ہے۔ یہی معاملہ حج کا بھی ہے کہ اکیلا اکیلا آدمی بھی حج کرے۔ تب بھی اس کی زندگی میں بہت بڑا انقلاب ہوسکتا ہے مگر تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک ہی وقت میں مل کر حج کرنے کا قاعدہ مقرر کرکے تو اس کے فائدوں کی کوئی حد باقی ہی نہیں رکھی گئی ؎

حج کا عالمگیر اجتماع

آپ جانتے ہیں کہ ایسے مسلمان جن پر حج فرض ہے یعنی جو کعبہ تک آنے جانے کی قدرت رکھتے ہیں، ایک دو تو ہوتے نہیں ہیں۔ ہر بستی میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ ہر شہر میں ہزاروں اور ہر ملک میں لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہیں اور ہر سال ان میں سے بہت لوگ حج کا ارادہ کر کے نکلتے ہیں۔ اب ذرا تصور کیجئے کہ دنیا کے کونے کونے میں جہاں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں حج کا موسم آنے کے ساتھ ہی کس طرح اسلامی زندگی جاگ اٹھتی ہے۔ کیسی کچھ حرکت پیدا ہوتی ہے اور کتنی دیر تک رہتی ہے تقریباً رمضان کے مہینے سے لے کر ذی القعدہ تک مختلف جگہوں میں مختلف لوگ حج کی تیاریاں کرتے رہتے ہیں اور ادھر محرم کے آخر سے صفر، ربیع الاول بلکہ ربیع الثانی تک واپسی کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اس طرح سات آٹھ مہینے کی مدت تک گویا

مسلسل تمام مسلمان آبادیوں میں ایک طرح کی دینی حرکت جاری رہتی ہے جو لوگ حج کو جاتے اور حج سے واپس آتے ہیں وہ تو دینی کیفیت میں سرشار ہوتے ہی ہیں۔ مگر جو نہیں جاتے۔ انکو بھی حاجیوں کے رخصت کرنے اور ایک ایک بستی سے انکے گذرنے اور کہیں کہیں ایسی پرانے استقبال کرنے اور ان سے حج کے حالات سننے کی وجہ سے ... بہت اس کیفیت کا کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

جب ایک ایک حاجی حج کی نیت کرتا ہے اور ... نیت کے ساتھ ہی اس خوف خدا و پرہیزگاری اور ... اعلیٰ اور نیک اخلاق کے اثرات پھیلانے شروع ہوتے ہیں اور وہ اپنے عزیزوں، دوستوں، معاملہ داروں اور ہر قسم کے متعلقین سے اس طرح رخصت ہوتا اور اپنے معاملات صاف کرنا شروع کرتا ہے کہ گویا اب یہ وہ پہلا شخص نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی طرف لو لگ جانے کی وجہ سے اس کا دل پاک ہو رہا ہے تو اندازہ کیجئے کہ ایک ایک حاجی کی اس حالت کا کتنے کتنے لوگوں پر اثر پڑتا ہوگا اور اگر ہر سال دنیا کے مختلف حصوں میں ایک لاکھ آدمی بھی اوسطاً اس طرح حج کے لئے تیار ہوتے ہوں۔ تو ان کی تاثیر کتنے لاکھ آدمیوں کے اخلاق تک پہنچی

ہوگی۔ پھر حاجیوں کے قافلے یہاں سے گذرتے۔ وہاں ان کو
دیکھ کر، ان سے مل کر، ان کی لبیک لبیک کی آواز سن کر کتنوں
کے دل گرما جاتے ہوں گے۔ کتنوں کی توجہ اللہ کی طرف اور
اللہ کے گھر کی طرف پھر جاتی ہوگی اور کتنوں کی سوئی ہوئی دنیا
میں حج کے شوق سے حرکت پیدا ہو جاتی ہوگی۔ پھر جب یہ
لوگ اپنے مرکز سے پھر اپنی اپنی بستیوں کی طرف واپس جاتے
مختلف حصوں میں حج کی کیفیتوں کا خمار لیے ہوئے پلٹتے ہوں گے
اور لوگ ان سے ملاقات کرتے ہوں گے اور ان کی زبان
حال اور زبانِ قال سے اللہ کے گھر کا ذکر سن کر کتنے
بے شمار دینی حلقوں میں جذبات تازہ ہو جاتے
ہوں گے۔

بس اگر میں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح رمضان کا
مہینہ تمام اسلامی دنیا میں تقویٰ کا موسم ہے۔ اسی طرح حج
کا زمانہ تمام روئے زمین میں اسلام کی زندگی اور بیداری کا
زمانہ ہے۔ اس طریقہ سے شریعت بنانے والے حکیم و دانا
نے ایسا بے نظیر انتظام کر دیا ہے کہ ان شاء اللہ قیامت تک اسلام
کی عالمگیر تحریک ختم نہیں ہو سکتی۔ دنیا کے حالات خواہ کتنے ہی

بگڑ جائیں اور زمانہ کتنا ہی خراب ہو جائے۔ مگر یہ کعبہ کا مرکز
اسلامی دنیا کے جسم میں ٹھیک اسی طرح رکھ دیا گیا ہے۔ جیسے آدمی
کے جسم میں دل ہوتا ہے۔ جب تک وہ حرکت کرتا رہے۔ آدمی
نہیں مر سکتا چاہے بیماریوں کی وجہ سے وہ ہلنے کی طاقت
نہ رکھتا ہو۔ بالکل اسی طرح اسلامی دنیا کا یہ دل بھی ہر سال
کی دور دراز رگوں تک سے خون کھینچتا رہتا ہے اور پھر
اس کو رگ رگ تک پھیلا دیتا ہے۔ جب تک اس دل کی حرکت
جاری ہے اور جب تک خون کے کھینچنے اور پھیلنے کا یہ سلسلہ
چل رہا ہے۔ اس وقت تک یہ بالکل محال ہے کہ اس جسم کی
زندگی ختم ہو جائے خواہ بیماریوں سے کتنا ہی زار و نزار ہو
ذرا آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں اس نقشے کا تصور
تو کیجیے کہ دور مشرق سے اور جنوب سے ادھر مغرب سے
اور شمال سے ان گنت قوموں اور بے شمار ملکوں کے
لوگ ہزاروں راستوں سے ایک ہی مرکز کی طرف چلے آرہے ہیں
شکلیں اور صورتیں مختلف ہیں۔ رنگ مختلف ہیں زبانیں مختلف
ہیں مگر مرکز کے قریب ایک خاص حد تک پہنچتے ہی اپنے اپنے قومی
لباس اتار دیتے ہیں اور سارے کے سارے ایک ہی طرز کا

سادہ یونیفارم پہن لیتے ہیں۔ احرام کا یہ یونیفارم پہننے کے بعد علانیہ یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ سلطانِ عالم اور شاہ زمین و آسمان کی یہ فوج جو دنیا کی ہزاروں قوموں سے بھرتی ہو کر آ رہی ہے۔ ایک ہی بادشاہ کی فوج ہے ایک ہی کی اطاعت و بندگی کا نشان اس پر لگا ہوا ہے۔ ایک ہی کی وفاداری کے رشتے میں یہ سب بندھے ہوئے ہیں اور ایک ہی دارالسلطنت کی طرف اپنے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ یونیفارم پہنے ہوئے سپاہی جب میقات سے آگے بڑھتے ہیں تو ان سب کی زبانوں سے وہی ایک نعرہ بلند ہوتا ہے۔ لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ بولنے کی زبانیں سب کی مختلف ہیں مگر نعرہ سب کا ایک ہی ہے پھر جوں جوں مرکز قریب آتا جاتا ہے۔ دائرہ سمٹ کر چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختلف ملکوں کے قافلے ملتے چلے جاتے ہیں اور سب کے سب نمازیں مل کر ایک ہی طرز پر پڑھتے ہیں۔ سب کا ایک یونیفارم سب کا ایک امام۔ سب کی ایک ہی حرکت، سب کی ایک ہی زبان میں نماز۔ سب ایک اللہ اکبر کے اشارے پر اٹھتے اور بیٹھتے اور رکوع اور سجدہ کرتے ہیں اور

سب اسی ایک قرآن عربی کو پڑھتے اور سنتے ہیں۔ یوں زبانوں اور قومیتوں اور وطنوں اور نسلوں کا اختلاف ٹوٹتا ہے اور یوں خدا پرستوں کی ایک عالمگیر جماعت بنتی ہے۔ پھر جب یہ قافلے یک زبان ہو کر لبیک لبیک کے نعرے بلند کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ جب ہر بلندی اور ہر پستی پر یہی نعرے لگتے ہیں۔ جب قافلے ایک دوسرے سے ملنے کے وقت دونوں طرف سے یہی صدائیں اٹھتی ہیں۔ جب نمازوں کے وقت اور صبح کے تڑکے میں بھی آوازیں گونجتی ہیں تو ایک عجیب فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے نشے میں آدمی سرشار ہو کر اپنی خودی کو بھول جاتا ہے اور اس لبیک کی کیفیت میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر جیسے پہنچ کر تمام دنیا سے آئے ہوئے آدمیوں کا ایک لباس میں ایک مرکز کے گرد گھومنا، پھر سب کا ساتھ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ پھر سب کا منیٰ میں کیمپ لگانا، پھر سب کا عرفات کی طرف کوچ کرنا اور وہاں ایک امام سے خطبہ سننا۔ پھر سب کا مزدلفہ میں رات کو چھاؤنی ڈالنا۔ پھر سب کا ایک ساتھ منیٰ کی طرف پلٹنا پھر سب کا متفق ہو کر جمرۂ عقبہ پر کنکریوں کی چاند ماری کرنا۔ پھر سب کا قربانیاں کرنا۔ پھر

سب کا ایک ساتھ کعبہ کی طرف پلٹ کر طواف کرنا۔ پھر سب کا ایک ہی مرکز کے گرداگرد نماز پڑھنا۔ یہ اپنے اندر وہ کیفیت رکھتا ہے۔ جس کی نظیر دنیا میں ناپید ہے ؂

پھر دنیا بھر کی قوموں سے نکلے ہوئے لوگوں کا ایک مرکز پر اجتماع اور وہ بھی ایسی یگانگی و یکجہتی کے ساتھ ایسی ہم آہنگی کے ساتھ۔ ایسے پاک جذبات، پاک مقاصد اور پاک اعمال کے ساتھ۔ حقیقت میں اتنی بڑی نعمت ہے جو آدم کی اولاد کو اسلام کے سوا کسی نے نہیں دی۔ دنیا کی قومیں ہمیشہ ایک دوسرے سے ملتی رہی ہیں۔ مگر کس طرح؟ میدانِ جنگ میں گلے کاٹنے کے لئے۔ یا صلح کانفرنسوں میں ملکوں کی تقسیم اور قوموں کے بٹوارے کے لئے یا مجلس اقوام میں تاکہ ہر قوم دوسری قوم کے خلاف دھوکے، فریب، سازش اور بے ایمانیوں کے جال پھیلائے اور دوسروں کے نقصان سے اپنا فائدہ کرنے کی کوشش کرے تمام قوموں کے عام لوگوں کا صاف دلی کے ساتھ ملنا۔ نیک اخلاق اور پاک خیالات کے ساتھ ملنا، محبت اور خلوص کے ساتھ ملنا۔ قلبی و روحانی اتحاد کے ساتھ ملنا۔ خیالات اعمال اور مقاصد کی یکجہتی کے ساتھ ملنا اور صرف ایک ہی دفعہ مل کر نہ رہ جانا،

بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہر سال ایک مرکز پر اسی طرح اکٹھے ہوتے رہنا۔ کیا یہ نعمت اسلام کے سوا بنی نوع انسان کو اور بھی کہیں ملتی ہے؟ دنیا میں امن قائم کرنے، قوموں کی دشمنیوں کو مٹانے اور لڑائی جھگڑوں کے بجائے محبت۔ دوستی اور برادری کی فضا پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر نسخہ کس نے تجویز کیا ہے؟ اسلام صرف اتنا ہی نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر یہاں اور بہت کچھ ہے۔

اس نے لازم کیا ہے کہ سال کے چار مہینے حج اور عمرہ کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان میں کوشش کی جائے کہ کعبہ کی طرف آنے والے تمام راستوں میں امن قائم رہے۔ یہ دنیا میں امن قائم رکھنے کی سب سے بڑی دوامی تحریک ہے اور اگر دنیا کی سیاست کی باگیں اسلام کے ہاتھ میں ہوں تو کم از کم ایک سال کا تہائی حصہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنگ اور غارت گری سے خالی رہ سکتا ہے۔

اس نے دنیا کو ایک حرم دیا ہے جو قیامت تک کیلئے امن کا شہر ہے جس میں آدمی تو کیا جانور تک کا شکار نہیں کیا جا سکتا جس میں گھاس تک کاٹنے کی اجازت نہیں۔ جس کی زمین کا کانٹا تک

نہیں توڑا جا سکتا جس میں حکم ہے کہ کسی کی کوئی چیز گری پڑی ہو تو اسے ہاتھ تک نہ لگاؤ ٭

اس نے دنیا کو ایک ایسا شہر دیا ہے جس میں ہتھیار لانے کی ممانعت ہے جس میں غلہ کو اور دوسری عام ضرورت کی چیزوں کو روک کر مہنگا کرنا "الحاد" کی حد تک پہنچ جاتا ہے جس میں غلہ کرنے والے کو اللہ نے دھمکی دی ہے "نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ" ہم اسے دردناک سزا دیں گے۔

اس نے دنیا کو ایک ایسا مرکز دیا ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ سَوَآءً نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ یعنی وہاں تمام اُن انسانوں کے حقوق بالکل برابر ہیں۔ جو خدا کی بادشاہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی تسلیم کرکے اسلام کی برادری میں داخل ہو جائیں۔ خواہ کوئی شخص امریکہ کا رہنے والا ہو یا افریقہ کا یا چین کا یا ہندوستان کا۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو مکہ کی زمین پر اس کے وہی حقوق ہیں جو خود مکہ والوں کے ہیں۔ پورے حرم کے حدود کی حیثیت گویا مسجد کی سی حیثیت ہے کہ جو شخص مسجد میں جا کر کسی جگہ اپنا ڈیرا جما دے۔ وہ جگہ اسی کی ہے کوئی اسکو وہاں سے اٹھا نہیں سکتا نہ اس سے کرایہ مانگ سکتا

ہے مگر وہ اس جگہ خواہ تمام عمر بیٹھا رہا ہو۔ اسے یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ یہ جگہ میری ملک ہے نہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے نہ کرایہ وصول کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ شخص اس جگہ سے اٹھ جائے تو دوسرے کو بھی وہاں ڈیرہ جمانے کا ویسا ہی حق ہے۔ جیسا اس کو تھا۔ بالکل یہی حال پورے مکہ کے حرم کا ہے ؂

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مکہ مُناخ لمن سبق" یعنی "جو شخص اس شہر میں کسی جگہ آکر اتر جائے۔ وہ جگہ اسی کی ہے" وہاں کے مکانوں کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے لوگوں کو حکم دے دیا تھا کہ اپنے مکانات کے گرد صحنوں پر دروازے نہ لگاؤ۔ تاکہ جو چاہے۔ تمہارے صحن میں آکر ٹھہر سکے بعض فقہا نے تو یہاں تک کہا۔ کہ شہر مکہ کے مکانات پر نہ کسی کی ملکیت ہے اور نہ وہ وراثت میں منتقل ہو سکتے ہیں ؂

کیا اسلام کے سوا یہ نعمتیں انسان کو کہیں اور بھی مل سکتی ہیں

یہ ہے وہ حج جس کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ اسے کرکے دیکھو اس میں تمہارے لئے کتنے منافع ہیں۔ میری زبان میں اتنی قدرت نہیں کہ اس کے سارے منافع گنا سکوں۔ تاہم اس کے

فائدوں کا ذرا سا نا کہ جو میں نے پیش کیا ہے۔ اسی سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے؟

مگر یہ سب کچھ سننے کے بعد ذرا میرے جلے دل کی باتیں بھی سن لو! تم نسلی مسلمانوں کا حال اس بچّے کا سا ہے جو ہیرے کی کان میں پیدا ہوا ہو۔ ایسا بچہ جب ہر طرف ہیرے ہی ہیرے دیکھتا ہے اور پتھروں کی طرح ہیروں سے کھیلتا ہے تو ہیرے اس کی نگاہ میں ایسے ہی بے قدر ہو جاتے ہیں جیسے پتھر۔ یہی حالت تمہاری بھی ہے کہ دنیا جن نعمتوں سے محروم ہے۔ جن سے محروم ہو کر سخت مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھا رہی ہے اور جن کی تلاش میں حیران و سرگرداں ہے۔ وہ نعمتیں تم کو مفت میں، بغیر کسی تلاش و جستجو کے، صرف اس وجہ سے مل گئیں کہ خوش قسمتی سے تم مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے ہو۔ وہ کلمۂ توحید جو انسان کی زندگی کے تمام پیچیدہ مسئلوں کو سلجھا کر ایک صاف سیدھا راستہ بنا دیتا ہے۔ بچپن سے تمہارے کانوں میں پڑا۔ نماز اور روزے کے وہ کیمیا سے زیادہ قیمتی نسخے جو آدمی کو جانور سے انسان بناتے ہیں اور انسانوں کو ایک دوسرے کا بھائی، ہمدرد اور دوست بنانے کے لئے جن سے بہتر نسخے آج تک دریافت نہیں ہو سکے

ہیں۔ ..کو آنکھیں کھولتے ہی خود بخود باپ دادا کی میراث میں مل گئے۔
ٹکڑوں کی وہ بے مثال ترکیب جس سے مختلف دلوں ہی کی ناپاکی دور
نہیں ہوتی بلکہ دنیا کی مالیات کا انتظام بھی درست ہو جاتا ہے
جس سے محروم ہو کر تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ دنیا
کے لوگ ایک دوسرے کا نشہ نوچنے لگے ہیں۔ تمہیں وہ اس طرح
مل گئی۔ جیسے کسی حکیم حاذق کے بچے کو بغیر محنت کے وہ نسخے مل جاتے
ہیں جنہیں دوسرے لوگ ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح حج کا وہ
عظیم الشان طریقہ بھی جس کا آج دنیا میں کوئی جواب نہیں ہے
جس سے زیادہ طاقتور ذریعہ کسی تحریک کو چار دانگ عالم میں
پھیلانے اور ابد الآباد تک زندہ رکھنے کے لئے آج تک دریافت
نہیں ہو سکا ہے جس کے سوا آج دنیا میں کوئی عالمگیر طاقت
ایسی موجود نہیں ہے کہ آدم کی ساری اولاد کو زمین کے گوشے
گوشے سے کھینچ کر خدائے واحد کے نام پر ایک مرکز پر جمع کر دے
اور بے شمار نسلوں اور قوموں کو ایک خدا پرست، نیک نیت،
خیر خواہ برادری میں پیوست کر کے رکھ دے۔ ہاں ایسا بے نظیر
طریقہ بھی تمہیں بغیر جستجو کے بنا بنایا اور صدیوں سے چلتا
ہوا مل گیا مگر تم نے ان نعمتوں کی کوئی قدر نہ کی۔ کیونکہ آنکھ

کھو لیتے ہی یہ تم کو اپنے گھر میں ہاتھ آگئیں۔ اب تم ان سے بالکل
اسیطرح کھیل رہے ہو۔ جس طرح ہیرے کی کان میں پیدا ہونے والا
نادان بچہ ہیروں سے کھیلتا ہے اور انہیں کنکر سمجھنے لگتا ہے۔
اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے جس بری طرح تم اس زبردست
دولت اور طاقت کو ضائع کر رہے ہو۔ اسکا نظارہ دیکھ کر دل
جل اُٹھتا ہے۔ کوئی کہاں سے اتنی قوت برداشت لائے کہ
پتھر پھوڑوں کے ہاتھوں جواہرات کو برباد ہوتے دیکھ کر ضبط
کر سکے؟ تم نے یہ شعر تو سنا ہی ہوگا کہ

خرِ عیسیٰ اگر بہ مکہ رود چوں بیاید ہنوز خر باشد

یعنی گدھا، خواہ عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر ہی کا کیوں نہ
ہو۔ مکہ کی زیارت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر وہ وہاں ہو
آئے۔ تب بھی جیسا گدھا تھا ویسا ہی رہے گا۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ یا حج۔ یہ سب چیزیں سمجھ بوجھ رکھنے والے
انسانوں کی تربیت کے لئے ہیں۔ جانوروں کو سدھارنے کے
لئے نہیں ہیں۔ جو لوگ نہ ان کے معنی و مطلب کو سمجھیں نہ ان
کے مدعا سے کچھ غرض رکھیں نہ اس فائدے کو حاصل کرنے کا
ارادہ ہی کریں جو ان عبادتوں میں بھرا ہوا ہے بلکہ [illegible]

کے دماغ میں اِن عبادتوں کے مقصد و مطلب کا سرے سے کوئی تصوّر ہی نہ ہو۔ وہ اگر ان اشکال کی نقل اس طرح اتار دیا کریں کہ جیسے اگلوں کو کرتے دیکھا۔ ویسا ہی خود بھی کر دیا۔ تو ان سے آخر کس نتیجہ کی توقع کی جا سکتی ہے؟ بدقسمتی سے عموماً آجکل کے مسلمان اسی طریقہ سے اِن افعال کو ادا کر رہے ہیں۔ ہر عبادت کی ظاہری شکل جیسی مقرر کر دی گئی ہے۔ ویسی ہی بنا کر رکھ دیتے ہیں مگر وہ شکل روح سے بالکل خالی ہوتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر سال ہزارہا زائرین مرکز اسلام کی طرف جاتے ہیں اور حج سے مشرف ہو کر پلٹتے ہیں مگر نہ جاتے وقت ہی ان پر وہ اصلی کیفیت طاری ہوتی ہے جو ایک مسافر حرم میں ہونی چاہیئے۔ نہ وہاں سے واپس آکر ہی ان میں کوئی اثر حج کا پایا جاتا ہے اور نہ اس سفر کے دوران میں وہ ان آبادیوں کے مسلمانوں اور غیر مسلموں پر اپنے اخلاق کا کوئی اچھا نقش بٹھاتے ہیں۔ جن سے ان کا گذر ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ان میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہوتے ہیں۔ جو اپنی گندگی۔ بے تمیزی اور اخلاقی پستی کی نمائش کر کے اسلام کی عزّت کو بٹہ لگاتے ہیں۔ ان کی زندگی دیکھ کر بجائے اس کے کہ دین کی بزرگی کا سکّہ غیروں پر جمے۔ خود اپنوں کی

ننگا ہوا میں بھی وہ بے وقعت ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خود ہماری اپنی قوم کے بہت سے نوجوان ہم سے پوچھتے ہیں کہ ذرا اس حج کا فائدہ تو ہمیں سمجھاؤ۔ حالانکہ یہ حج وہ چیز تھی کہ اگر اسے اس کی اصلی شان کے ساتھ ادا کیا جاتا تو کافر تک اس کے فائدوں کو علانیہ دیکھ کر ایمان لے آتے۔ یہی تحریک کے ہزاروں لاکھوں ممبر ہر سال دنیا کے ہر حصے سے کھنچ کر ایک جگہ جمع ہوں اور پھر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں۔ ملک ملک اور شہر شہر سے گذرتے ہوئے اپنی پاکیزہ زندگی، پاکیزہ خیالات اور پاکیزہ اخلاق کا اظہار کرتے جائیں۔ جہاں جہاں ٹھہریں اور جہاں جہاں سے گذریں۔ وہاں اپنی تحریک کا نہ صرف زبان سے پرچار کریں بلکہ اپنے احرام کے یونیفارم سے اور اپنی احرام بند زندگی سے اس کا پورا پورا مظاہرہ بھی کر دیں اور یہ سلسلہ دس بیس برس نہیں بلکہ صدیوں تک سال بسال چلتا رہے۔ بھلا غور تو کیجیئے۔ یہ بھی کوئی ایسی چیز تھی کہ اس کے فائدے پوچھنے کی کسی کو ضرورت پیش آتی؟ خدا کی قسم اگر یہ کام صحیح طریقہ پر ہوتا تو اندھے تک اس کے فائدے دیکھتے۔ بہروں کے کانوں میں بھی اس کے فائدے پہنچ جاتے۔ ہر سال کا حج ہزاروں غیر مسلموں کے دلوں پر اسلام کی

بزرگی کا سکہ بٹھا دیتا۔ مگر بُرا ہو جہالت کا۔ جاہلوں کے ہاتھ پڑکر کتنی بیش قیمت چیز کس بُری طرح ضائع ہو رہی ہے ؛

حج کے پورے فائدے حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز اسلام میں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا۔ جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا۔ کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال تمام دُنیا کے جسم میں صالح خون دوڑاتا ہے۔ کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں لاکھوں خدا داد قاصدوں کے واسطے سے دنیا بھر میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا اور کچھ نہیں تو اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک مکمل نمونہ موجود ہوتا اور ہر سال دُنیا کے مسلمان وہاں سے صحیح دینداری کا تازہ سبق لے کر پلٹتے۔ مگر وائے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں۔ مدتہائے دراز سے عرب میں جہالت پرورش پا رہی ہے۔ نالائق حکمران اپنے دین کے مرکز میں رہنے والوں کو ترقی دینے کے بجائے صدیوں سے پیہم گرانے کی کوشش کر رہے ہیں اور انہوں نے اہل عرب کو علم، اخلاق، تمدن، ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کے چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا۔ آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے

جس میں وہ اسلام سے پہلے بتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے نہ اسلامی اخلاق ہیں نہ اسلامی زندگی ہے۔ لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف ان کو جہالت، گندگی، طمع، بے حیائی، دُنیا پرستی، بد اخلاقی، بد انتظامی اور عام باشندوں کی ہر طرح گری ہوئی حالت نظر آتی ہے تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے لوگ حج کرکے اپنا ایمان بڑھانے کی بجائے اور اُلٹا کھو آتے ہیں۔ وہی پُرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے بعد جاہلیت کے زمانے میں کعبہ پر مسلّط ہو گئی تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ختم کیا تھا۔ اب پھر تازہ ہو گئی ہے۔ حرم کعبہ کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ خدا کا گھر ان کے لئے جائداد بن گیا ہے اور اس گھر سے عقیدت رکھنے والوں کو وہ آسامی سمجھتے ہیں۔ مختلف ملکوں میں بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے ایجنٹ مقرر ہیں تا کہ آسامیوں کو گھیر گھیر کر بھیجیں۔ ہر سال اجمیر کے خادموں کی طرح ایک لشکر کا لشکر دلالوں اور سفری ایجنٹوں کا مکّہ سے نکلتا ہے تا کہ دنیا بھر کے ملکوں سے اسامیوں کو گھیر کر لائے

قرآن کی آیتیں اور حدیث کے احکام لوگوں کو سُنا سُنا کر حج پر آمادہ کیا جاتا ہے نہ اس لئے کہ انہیں خدا کا عائد کیا ہُوا فرض یاد دلایا جائے بلکہ صرف اس لئے کہ ان احکام کو سن کر یہ لوگ حج کو نکلیں تو آمدنی کا دروازہ کھلے۔ گویا اللہ اور اس کے رسولؐ نے یہ سارا کاروبار انہی مہنتوں اور ان کے دلّالوں کی پرورش کے لئے پھیلایا تھا۔ پھر جب اس فرض کو ادا کرنے کے لئے آدمی گھر سے نکلتا ہے تو سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک ہر جگہ اس کو مذہبی مزدوروں اور دینی تاجروں سے سابقہ پیش آتا ہے معلّم، مطوّف، وکیلِ مطوّف، کلید بردارِ کعبہ اور خود حکومتِ حجاز سب اس تجارت میں حصّہ دار ہیں۔ حج کے سارے مناسک معاوضہ لے کر ادا کرائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے خانہ کعبہ کا دروازہ تک فیس کے بغیر نہیں کھل سکتا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ یہ بنارس و رہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خدمتگذاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں نے اختیار کر رکھی ہے۔ جس نے مہنت گری کے کاروبار کی جڑ کاٹ دی تھی۔ بھلا جہاں عبادت کرانے کا کام مزدوری اور تجارت بن گیا ہو جہاں عبادت گاہوں کو ذریعۂ آمدنی بنا لیا گیا ہو۔ جہاں احکام

الٰہی کو اس غرض کے لئے استعمال کیا جاتا ہو کہ خدا کا حکم سن کر لوگ فرض بجا لانے کے لئے مجبور رہوں اور اس طاقت کے بل پر ان کی جیبوں سے روپیہ گھسیٹا جائے ۔ جہاں آدمی کو عبادت کا ہر رکن ادا کرنے کے لئے معاوضہ دینا پڑتا ہو اور دینی سعادت ایک طرح سے خرید و فروخت کی جنس بن گئی ہو ۔ ایسی جگہ عبادت کی روح باقی کہاں رہ سکتی ہے؟ کس طرح آپ امید کر سکتے ہیں کہ حج کرنے والوں اور حج کرانے والوں کو اس عبادت کے حقیقی اخلاقی و روحانی فائدے حاصل ہوں گے ۔ جب یہ سارا کام ایک طرف سوداگری اور دوسری طرف خریداری کی ذہنیت سے ہو رہا ہو؟

اس ذکر سے میرا مقصد کسی کو الزام دینا نہیں ہے ۔ بلکہ صرف لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ حج جیسی عظیم الشان طاقت کو آج کن چیزوں نے قریب قریب بالکل بے اثر بنا کر رکھ دیا ہے ۔ یہ غلط فہمی کسی کے دل میں نہ رہنی چاہیئے کہ اسلام میں اور اس کے جاری کئے ہوئے طریقوں میں کوئی کوتاہی ہے ۔ نہیں ۔ کوتاہی دراصل اُن لوگوں میں ہے جو اسلام کی صحیح پیروی نہیں کرتے ۔ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے کہ جو طریقے تم کو انسانیت

کا مکمل نمونہ بنانے والے تھے اور جن پر ٹھیک ٹھیک عمل کر کے
دنیا کے مصلح اور امام بن سکتے تھے ۔ اُن سے آج کوئی اچھا
پھل ظاہر نہیں ہو رہا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ
لوگوں کو خود ان طریقوں کے مفید ہونے میں شک ہونے لگا ہے
اس کی مثال بالکل ایسی ہے ۔ جیسے ایک طبیب حاذق چند
بہترین تیر بہدف نسخے مرتب کر کے چھوڑ گیا ہو اور بعد میں اس
کے وہ نسخے اناڑی اور جاہل جانشینوں کے ہاتھ پڑ کر بے کار
بھی ہو رہے ہوں اور بدنام بھی ۔ نسخہ بجائے خود چاہے کتنا
ہی صحیح ہو مگر بہرحال اس سے کام لینے کے لئے فن کی واقفیت
اور سمجھ بوجھ ضروری ہے ۔ اناڑی اس سے کام لیں گے تو
عجب نہیں کہ وہ نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر ہو جائے ۔ جاہل
لوگ جو خود نسخے کو جانچنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ۔ اس غلط
فہمی میں پڑ جائیں کہ نسخہ خود ہی غلط ہے ۔

شیخ عنایت اللہ پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۰۶ سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام عبدالحمید صاحب پرنٹر
چھپوا کر تاج کمپنی لمیٹڈ قرآن ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

201M 1Y . 1/ I .... Printed at the ... Press Lahore